التفسیر: مجلس تفسیر، کراچی جلد:۹، شمارہ:۲۶، جولائی تا دسمبر ۲۰۱۵ء

اسلامی نظام قضاء: قاضی کی اہلیت اور فرائض

ڈاکٹر جواد حیدر ہاشمی

اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ علوم اسلامی جامعہ کراچی

Abstract

Islamic judicial system is one, if implemented, in a society promotes social justice. Its fundamental rules are fair and fulfills the standard of truth, where every person gets his/her due right without any atrocity. Islam has based its judicial system on the foundations of justice and unbiasedness to solve animosities and conflicts among mankind. One of the important components of the judicial system is the Judge or "Qazi" who serves as the backbone of the system and ensures its stability. That's why Islam has outlined very strict criteria for a Judge so that only a competent person takes on this responsibility. The criteria not only requires one to be adult, knowledgeable, pious and have sound mind but also in addition to these he remains unbiased throughout the case proceedings be the case between rich and poor, ruler and subject or resourceful or beggars. He should never give preference to anyone in the court room and treat everyone equally even his smiles and looks should be divided fairly among parties. While making a decision he never allows his self-interest to drive his decisions so that everyone gets his right justly.

Key Words: Qazi, Eligibility of Qazi, Duties of Qazi

اسلامی نظام قضاء ایک ایسا نظام ہے کہ جس کے نفاذ سے معاشرے میں عدل اجتماعی کو فروغ مل سکتا ہے۔ اس کے تمام اصول نہایت عادلانہ اور حق کے معیار پر پورا اترنے والے ہیں، جس میں ہر حقدار کو اس کا حق ملتا ہے اور کسی پر کوئی زیادتی نہیں ہوتی۔ لوگوں کے باہمی جھگڑوں اور اختلافات کے عادلانہ حل کے لیے اسلام نے اپنے عدالتی نظام کو انتہائی معتدل اور منصفانہ طرز پر انسانوں کے سامنے پیش کیا ہے۔ عدالتی نظام کا ایک اہم رکن قاضی یا جج ہوتا ہے جو معاشرے میں عدل اجتماعی کے قیام کے سلسلے میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے اور نظام عدل کو اسی کی بدولت استحکام ملتا ہے، لہٰذا اسلام نے اس کے لیے کڑی شرائط رکھی ہیں تاکہ صرف اہل شخص ہی اس اہم ذمہ داری کو انجام دے سکیں۔ اس مقالے میں اسلامی نظام قضاء کے مطابق قاضی کی شرائط اور

ذمہ داریوں کا جائزہ پیش کیا جائے گا تا کہ یہ مختلف عدالتوں میں لوگوں کے درمیان فیصلے کرنے والے جج اور قاضیوں کے لیے مشعل راہ بن سکے۔

ویسے تو اسلام زندگی کے تمام معاملات میں انسانوں کو عدل وانصاف اختیار کرنے کا حکم دیتا ہے لیکن وہ لوگ کہ جو لوگوں کے تنازعات کے مابین فیصلے کرتے ہیں انہیں خصوصیت کے ساتھ عدل کی رعایت کرنے کا حکم دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ سورۂ نساء میں مومنوں کو لوگوں کے مابین فیصلے کرتے وقت عدل کی پاسداری کرنے کی نصیحت کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

اِنّ اللّٰہَ یَاْ مُرُکُمْ اَنْ تُوءَ دّو الْاَما نَاتِ اِلیٰ اَھْلِھا وَاِذا حَکَمْتُمْ بین النَّاسِ اَن تَحکُمُوا باِ لعَدْلِ اِنّ اللّٰہَ نِعِمّا یَعِظُکُمْ بہ اِنَّ اللّٰہُ کانَ سَمِیعاً بَصِیْراً. (النساء:۵۸)

''بے شک اللہ تم لوگوں کو حکم دیتا ہے کہ امانتوں کو ان کے اہل کے سپرد کردو اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل وانصاف کے ساتھ کرو۔ اللہ تمہیں مناسب ترین نصیحت کرتا ہے یقیناً اللہ تو ہر بات کو خوب سنتا، دیکھتا ہے۔''

مفسر قرآن امام رشید رضا اس آیہ شریفہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''جو شخص لوگوں کے درمیان فیصلے کرتا ہے اللہ نے اسے حکم دیا ہے کہ وہ عدل سے کام لے، اور عدل دو چیزوں پر موقوف ہے:

اول: حاکم اللہ کی طرف سے مقرر شدہ حکم کے بارے میں علم رکھتا ہو تا کہ جب وہ لوگوں کے درمیان فیصلہ کرے تو وہ اللہ کے اس قول کے مطابق ہو کہ جس میں اس نے فرمایا ہے: یٰاَیُّھا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْ ٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ (المائدہ:۱)۔ ''پس اس نے ہم پر واجب کیا ہے کہ ہم جو معاہدات کریں ان کو پورا کریں۔'' اسی طرح اللہ کے اس قول کے مطابق قرار پائے کہ جس میں فرمایا: یٰاَیُّھا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لا تَاْکُلُوْ ٓا اَمْوَالَکُمْ بَیْنَکُمْ بِالْبَاطِل (النساء:۲۹) ''اس نے لوگوں کے مال کو حرام طریقے سے کھانے سے منع کیا ہے اور حکام کو رشوت لینے سے منع کیا ہے۔'' اسی طرح جو اصول سنت متواترہ میں وارد ہوئے ہیں ان کے مطابق قرار پائے۔ تو پس حاکم پر واجب ہے کہ وہ اپنے فیصلوں کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کے مطابق قرار دے۔

دوم: عدل کا یہ دوسرا رکن خود دو چیزوں پر مشتمل ہے:

i) مدعی کے دعویٰ اور مدعی علیہ کے جواب کو اچھی طرح سمجھے تا کہ جس مسئلہ میں وہ آپس میں نزاع کر رہے ہیں وہ کاملاً واضح ہو جائے۔

ii) فیصلہ کرنے والا مستقل ہو اور فریقین میں سے کسی ایک کی طرف اس کا رجحان نہ ہو اور خواہشات نفسانی سے خالی ہو۔

جب تک کوئی عدل کے ان دونوں ارکان پر صحیح طرح عمل نہ کرے اس وقت تک وہ عدل قائم نہیں کر سکتا، اور اگر کوئی اس کے برعکس کام انجام دے تو یہ ظلم ہے۔''(۱)

تو پس قاضی اور جج کے لیے ضروری ہے کہ وہ لوگوں کے مابین عدل کے ساتھ فیصلے کریں تا کہ کسی کا حق مارا نہ جائے۔

قرآن کریم میں جہاں اللہ تعالیٰ قاضیوں کو عدل کے ساتھ فیصلے کرنے کا حکم دیتا ہے، وہاں انہیں یہ حکم بھی دیتا ہے کہ وہ اپنے تمام فیصلے

حکم الٰہی کے مطابق کریں، ورنہ ان کا شمار کافروں، ظالموں اور فاسقوں میں ہوگا۔ جیسا کہ قرآن میں آیا ہے:

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ (المائدہ:۴۴)

''اور جو لوگ اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہی کافر ہیں۔''

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ (المائدہ:۴۵)

''اور جو لوگ اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہی ظالم ہیں۔''

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ (المائدہ:۴۷)

''اور جو لوگ اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہی فاسق ہیں۔''

مولانا مودودی نے ان آیات کی تفسیر میں لکھا ہے:

''یہاں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے حق میں جو خدا کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کریں تین حکم ثابت کیے ہیں۔ ایک یہ کہ وہ کافر ہیں، دوسرے یہ کہ وہ ظالم ہیں، تیسرے یہ کہ وہ فاسق ہیں۔ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ جو انسان خدا کے حکم اور اس کے نازل کردہ قانون کو چھوڑ کر اپنے یا دوسرے انسانوں کے بنائے ہوئے قانون پر فیصلہ کرتا ہے، وہ دراصل تین بڑے جرائم کا ارتکاب کرتا ہے۔ اوّلاً اس کا یہ فعل حکم خداوندی کے انکار کا ہم معنی ہے اور یہ کفر ہے۔ ثانیاً اس کا یہ فعل عدل وانصاف کے خلاف ہے، کیونکہ ٹھیک ٹھیک عدل کے مطابق جو حکم ہوسکتا تھا وہ تو خدا نے دے دیا تھا، اس لیے جب خدا کے حکم سے ہٹ کر اس نے فیصلہ کیا تو ظلم کیا۔ تیسرے یہ کہ بندہ ہونے کے باوجود جب اس نے اپنے مالک کے قانون سے منحرف ہوکر اپنا یا کسی دوسرے کا قانون نافذ کیا تو درحقیقت بندگی واطاعت کے دائرے سے باہر قدم نکالا اور یہی فسق ہے۔ یہ کفر اور ظلم اور فسق اپنی نوعیت کے اعتبار سے لازماً انحراف از حکم خداوندی کی عین حقیقت میں داخل ہیں۔ ممکن نہیں ہے کہ جہاں وہ انحراف موجود ہو وہاں یہ تینوں چیزیں موجود نہ ہوں۔ البتہ جس طرح انحراف کے درجات ومراتب میں فرق ہے اسی طرح ان تینوں چیزوں کے مراتب میں بھی فرق ہے۔ جو شخص حکم الٰہی کے خلاف اس بنا پر فیصلہ کرتا ہے کہ وہ اللہ کے حکم کو غلط اور اپنے یا کسی دوسرے انسان کے حکم کو صحیح سمجھتا ہے وہ مکمل کافر اور ظالم اور فاسق ہے۔ اور جو اعتقاداً حکم الٰہی کو برحق سمجھتا ہے مگر عملاً اس کے خلاف فیصلہ کرتا ہے وہ اگرچہ خارج از ملت تو نہیں ہے مگر اپنے ایمان کو کفر، ظلم اور فسق سے مخلوط کر رہا ہے۔ اسی طرح جس نے تمام معاملات میں حکم الٰہی سے انحراف اختیار کرلیا ہے وہ تمام معاملات میں کافر، ظالم اور فاسق ہے۔ اور جو بعض معاملات میں مطیع اور بعض میں منحرف ہے اس کی زندگی میں ایمان واسلام اور کفر وظلم وفسق کی آمیزش ٹھیک ٹھیک اسی تناسب کے ساتھ ہے جس تناسب کے ساتھ اس نے اطاعت اور انحراف کو ملا رکھا ہے۔ (۲)

پس اگر قاضی پوری قوت کے ساتھ قوانین اسلام اور احکام الٰہی کا لحاظ کرتے ہوئے قضاء کا فریضہ انجام دے تو اس وقت نہ صرف حقدار کو اس کا حق ملتا ہے بلکہ معاشرے میں بھی عدالت اجتماعی قائم ہوسکتی ہے۔ حتیٰ اگر اس دنیا میں کوئی حکومت بھی چاہتی ہے کہ معاشرے میں دوام اور استمرار پیدا کرے تو اس کے لئے بھی ضروری ہے کہ وہ معاشرے میں عدالت برپا کرے چنانچہ ایک معروف حدیث بھی ہے کہ:

الملک یبقیٰ مع الکفر و لا یبقی مع الظلم (۳)

''حکومت کفر کے ساتھ تو باقی رہ سکتی ہے لیکن ظلم کے ساتھ باقی نہیں رہ سکتی۔''

چونکہ ظلم و ستم ایک ایسا فعل ہے کہ جس کا اثر بہت ہی جلدی اسی دنیا میں بھی اسے اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے اور جنگ و جدال واضطراب و پریشانی، سیاسی بحران، اخلاقی اور اقتصادی بحرانوں کے ذریعے اسی دنیا میں ہی ظالم کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے۔ لہٰذا معاشرے کے اندر عادلانہ یا ظالمانہ نظام کے قیام کا ایک بہت بڑا بیڑا حکمرانوں کے ساتھ ساتھ قاضیوں کے اوپر بھی عائد ہوتا ہے۔

قضاء کی اہمیت روایات کی روشنی میں

یہاں بہتر معلوم ہوتا ہے کہ قاضی کی شرائط اور ذمہ داریوں کے تذکرے سے پہلے خود قضاء کی اہمیت بیان کی جائے تا کہ اسلام نے اس اہم ذمہ داری کو انجام دینے والوں کے لیے جو کڑی شرائط اور ذمہ داریاں بیان کی ہیں، ان کو سمجھنے میں مدد مل سکے۔ لہٰذا یہاں قضاء کے باب میں وارد شدہ بعض روایات نقل کی جاتی ہیں تا کہ ان سے قضاء کی اہمیت کا اندازہ ہو سکے۔

پیغمبر اسلام ﷺ نے فرمایا:

و من حکم فی درھمین بغیر ما انزل اللّٰہ عزّ و جلّ فھو کافرٌ باللّٰہ العظیم. (۴)

''جو شخص دو درہم کا فیصلہ بھی خدا کے قانون کے خلاف کرے گا وہ خدائے عظیم کا منکر ہوا۔''

کیونکہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ باقی جتنے بھی قوانین ہیں وہ انسانوں کے اپنے بنائے ہوئے ہیں اور انسان چاہے جتنی بھی احتیاط کر لے لیکن پھر بھی ان کے بنائے ہوئے قوانین میں غلطیوں کی گنجائش باقی رہتی ہے، اور بسا اوقات ممکن ہے کہ قانون بنانے والوں نے اس قانون میں اپنے ذاتی مفادات کو بھی ملحوظ خاطر رکھا ہو، لیکن جو قانون اللہ تعالیٰ کا بنایا ہوا ہے اس میں کسی غلطی کی گنجائش نہیں ہوتی اور تمام انسانوں کی ضروریات کا مکمل لحاظ رکھا گیا ہوتا ہے۔ اس لیے صحیح قانون چونکہ اللہ تعالیٰ کا ہی ہے لہٰذا جو اس کے خلاف فیصلہ کرے گا وہ گویا کہ اللہ تعالیٰ کا منکر شمار ہوگا۔ تو قاضی کے لیے ضروری ہے کہ تمام فیصلے حکم الٰہی کے مطابق کرے۔

ایک اور مقام پر رسول خدا ﷺ نے فرمایا:

اللّٰہ مع القاضی ما لم یجر، فاذا جار تخلّی عنه و لزمه الشیطانُ. (۵)

''خدا قاضی کے ساتھ ہے جب تک کہ وہ حق کو پامال نہیں کرتا جب اس نے حق کو روند ڈالا تو خدا اس کو چھوڑ دیتا ہے اور وہ شیطان کے حوالے ہو جاتا ہے۔''

یعنی اللہ تعالی عادل قاضی کے ساتھ ہے جبکہ شیطان ظالم قاضی کے ساتھ ہے۔ حضرت رسول اکرم ﷺ نے ایک اور حدیث میں فرمایا ہے کہ اللہ کے فرشتے عادل قاضی کی رہنمائی کرتے ہیں:

اذا جلس القاضی فی مکانه هَبَطَ علیه مَلَکان یُسدِّدانه و یوفِّقانه ، و یُرشِدانه ما لم یجُر ، فاذا جار عَرَجا وتَرَکاه.(۶)

''جب قاضی مختلف نزاعات کا فیصلہ کرنے کے لیے مسند قضاء پر بیٹھے تو دو فرشتے اس پر نازل ہوتے ہیں اور اس وقت تک اس کی مدد اور رہنمائی کرتے ہیں جب تک وہ ظلم نہ کرے، جب ظلم کرے تو وہ اسے چھوڑ کر دوبارہ آسمانوں کی طرف پلٹ جاتے ہیں۔''

یعنی اللہ تعالی اپنے فرشتوں کے ذریعے عادل قاضی کی غیب سے مدد فرماتا ہے، لیکن ظالم قاضی کو اللہ کی طرف سے کوئی غیبی امداد نہیں ملتی۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے حضور اکرم ﷺ سے روایت کیا ہے:

ولیس احدٌ یحکم بین النّاس الاّجِییءَ به یوم القیٰمة مغلولةیداه الیٰ عنقه فکّه العدلُ واسلمه الجور. (۷)

''جو شخص دنیا میں کوئی فیصلہ کرے گا وہ قیامت کے دن اس حال میں محشر کے میدان میں وارد ہوگا کہ اس کے ہاتھ اس کی گردن پر بندھے ہوئے ہوں گے عدل اس کو آزاد کرے گا اور ظلم و جور اس کو جہنم کے سپرد کرنا چاہے گا۔''

ایک اور مقام پر آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے:

لسان القاضی بین جمرتین حتی یصیر امّا الیٰ الجنّة و امّا الی النّار. (۸)

''قاضی کی زبان دو آگ کے پتھروں کے درمیان ہے یہاں تک کہ وہ قضاء کرتے ہوئے یا جنّت تک پہنچتا ہے یا جہنم تک۔''

ایک اور روایت میں آنحضرت ﷺ نے عادل قاضی کو جنت کی بشارت دی ہے اور ظالم قاضی کو جہنم کی وعید سنائی ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ حضور اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

من طلب قضاء المسلمین حتی یناله ثمّ غلب عدلُه جورَه فله الجنّة ، و من غلب جورُه عدلَه فله النّار. (۹)

''جو شخص مسلمانوں کے درمیان منصب قضاء کا طلبکار ہو اور اسے حاصل کر لے تو پھر اگر اس کا عدل ظلم پر غالب آئے تو اس کے لیے جنت ہے لیکن اگر اس کا ظلم عدل پر غالب آئے تو اس کے لیے جہنم ہے۔''

ان روایتوں سے پتہ چلتا ہے کہ قضاء کتنا اہم اور نازک کام ہے کہ اگر قاضی حق کے مطابق فیصلہ کرے تو یہ برحق فیصلے اس کو جنت تک پہنچاتے ہیں اور اگر خدانخواستہ وہ حق کے خلاف اور اپنی خواہشات نفسانی کے مطابق فیصلے کرے تو یہ ناحق فیصلے اسے جہنم

میں پہنچا دیتے ہیں۔

حضرت علیؑ سے نقل ہے، کہ آپ نے فرمایا:

القُضاۃ اربعۃٌ ثلاثۃٌ فی النّار و واحدٌ فی الجنّۃ، قاضٍ قضیٰ بجور وھو یعلم فھو فی النّار،وقاض قضیٰ بجور وھو لا یعلم فھو فی النّار، و قاض قضیٰ بالحقّ وھو لا یعلم فھو فی النّار ، وقاض قضیٰ بالحقّ وھو یعلم فھو فی الجنّۃ. (۱۰)

''قاضیوں کے چار گروہ ہیں جن میں سے تین گروہ اہل دوزخ ہیں اور فقط ایک گروہ اہل بہشت ہے۔وہ چار گروہ یہ ہیں: پہلا وہ قاضی ہے کہ جو جان بوجھ کر غلط فیصلہ کرتا ہے، وہ اہل دوزخ ہے، دوسرا وہ قاضی ہے جو غلط فیصلہ کرتا ہے لیکن جانتا نہیں، وہ بھی اہل دوزخ ہے، تیسرا وہ قاضی ہے جو صحیح فیصلہ کرتا ہے لیکن جانتا نہیں وہ بھی اہل دوزخ ہے، چوتھا وہ قاضی ہے جو جان کر صحیح فیصلہ کرتا ہے صرف یہی طبقہ بہشت کا حقدار ہے۔''

نہج البلاغہ میں پیغمبر اسلام ﷺ سے منسوب یہ قول نقل کیا گیا ہے:

صلاح ذات البَین افضل من عامّۃ الصلاۃ و الصّیام. (۱۱)

''لوگوں کے درمیان مصالحت تمام نمازوں اور روزوں سے افضل ہے۔''

حضرت علیؑ نے فرمایا:

شرُّ القُضاۃ من جارت اقضیتہ (۱۲)

''قاضیوں میں سے بدترین قاضی وہ ہے کہ جس کے فیصلے ظلم پر مبنی ہوں۔''

ان مذکورہ بالا روایات سے جہاں مقام قضاء کی اہمیت کھل کر سامنے آتی ہے، وہاں اس اہم ذمہ داری کو انجام دینے والے قاضیوں کی اہمیت بھی واضح ہو جاتی ہے۔اگر قاضی اللہ تعالی کے احکام کے مطابق یعنی عدل کے ساتھ فیصلے کریں تو نہ صرف اسے اللہ کی غیبی مدد حاصل ہوتی ہے بلکہ اس کا یہ عدل اس کو جنت تک بھی پہنچا تا ہے لیکن اس کے برعکس اگر کوئی قاضی حکم الٰہی کے مطابق فیصلے نہ کرے اور حق کے برخلاف ظالمانہ فیصلے کر کے لوگوں کے حقوق کو ضائع کر دے تو اس کا یہ ظلم اس کو جہنم تک پہنچا دیتا ہے اور ایسے ظالم قاضی کو اللہ کے عذاب سے دوچار ہونا پڑے گا۔

قاضی کے لیے شرائط اور آداب قضاء

اب جبکہ اسلام میں قضاء کی اہمیت واضح ہوگئی تو یہاں اب شریعت اسلام کے نزدیک قاضی کے اندر پائی جانے والی شرائط کا تذکرہ کیا جاتا ہے تاکہ معلوم ہو سکے کہ اسلامی نظام قضاء کی روشنی میں ہر شخص اس اہم ذمہ داری کو انجام دینے کا اہل نہیں ہے بلکہ صرف وہی لوگ اس کو انجام دے سکتے ہیں کہ جن کے اندر خاص شرائط پائی جاتی ہوں۔کیونکہ معاشرے میں عدل اجتماعی کے قیام میں قاضی کا بہت بڑا کردار ہوتا ہے۔ یہاں قاضی کی شرائط کی بحث میں فقہائے اسلام کی طرف سے بیان کردہ شرائط کو ذکر کیا جاتا

ہے۔ شیخ مفید کتاب المقنعۃ میں قاضی کی شرائط اس طرح بیان کرتے ہیں:

والقضاء بین النّاس درجة عالیة، و شروطه صعبة شدیدة ، ولاینبغی لِاحد ان یتعرّضَ له حتی یثق من نفسه بالقیام به ولیس یثق احد بذلک من نفسه حتی یکون عاقلاً، کاملاً، عالماً بالکتاب و ناسخه و منسوخه و عامّه و خاصّه و ندبه وایجابه و محکمه ومتشابهه ، عارفاً بالسنّة ،وناسخها و منسوخها وعالماً باللّغة، مطّلعاً بمعانی کلام العرب، بصیراً بوجوه الاعراب، ورعاًعن محارم اللّه عزّوجلّ ، زاهداًفی الدنیا، متوفّراً علی الاعمال الصالحات ، مجتنباً للذّنوب والسّیئات، شدید الحذر من الهوی، حریصاً علی التقوی. (١٣)

''لوگوں کے درمیان قضاء کرنا ایک بلند مرتبہ ہے اور اس کی شرائط بہت سخت ہیں اور کسی کے لئے اس وقت تک قضاء انجام دینا صحیح نہیں ہے جب تک اسے اس کے انجام دینے کے بارے میں اپنے نفس پر مکمل اعتماد نہ ہو۔ اور کسی کو قضاء کے انجام دینے کے بارے اپنے آپ پر اس وقت تک اعتماد نہیں ہو سکتا جب تک اس میں یہ شرائط نہ ہوں: عاقل ہو، کامل ہو، قرآن کا علم رکھتا ہو، قرآن کے ناسخ ومنسوخ، عام و خاص، ندب وایجاب اور محکم ومتشابہ کا علم رکھتا ہو، سنت نبوی ﷺ کا علم رکھتا ہو، اس کے ناسخ ومنسوخ کا علم رکھتا ہو، لغت کا عالم ہو، کلام عرب کے معانی پر آگاہی رکھتا ہو، اعراب کے بارے میں علم رکھتا ہو، محرمات الٰہی سے پرہیز کرتا ہو، دنیا میں زہد پیشہ کرتا ہو، نیک کاموں (اعمال صالحہ) کو انجام دیتا ہو، گناہوں اور برائیوں سے اجتناب کرتا ہو، خواہشات نفسانی کی پیروی سے سخت پرہیز کرتا ہو، زیادہ تقویٰ اختیار کرتا ہو۔''

امام ابن رشد قرطبی قاضی کی شرائط بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فامّا الصفات المشترطة فی الجواز: فان یکون حراً ، مسلماً ،بالغاً، ذکراً، عاقلاً، عدلاً .و اختلفوا فی کونه من اهل الاجتهاد فقال الشافعی: یجب ان یکون من اهل الاجتهاد. (١٤)

''قاضی کے لیے قضاء کے جواز میں جو شرائط معتبر ہیں وہ یہ ہیں کہ وہ آزاد ہو، مسلمان ہو، بالغ ہو، مرد ہو، عاقل ہو اور عادل ہو۔ اجتہاد کی شرط کے معتبر ہونے میں علما کا اختلاف ہے امام شافعی نے کہا ہے کہ قاضی کا اہل اجتہاد میں سے ہونا ضروری ہے۔''

کتاب **ارشاد المسترشد** میں قاضی کی شرائط کے بارے میں لکھا ہے:

فقد اتفق العلماء علی اشتراط ان یکون القاضی : حراً ، مسلماً ، بالغاً، عاقلاً ، عدلاً ،

ذکراً. و اختلفوا فی اشتراط کونه من اهل الاجتهاد ، فذهب مالک و الشافعی و احمد الی اشتراط الاجتهاد ، و قال ابو حنیفه بجواز تولیة القضاء من لیس بمجتهد. (۱۵)

''قاضی میں جن شرائط کے معتبر ہونے پر علما کا اتفاق ہے وہ یہ ہیں کہ: وہ آزاد ہو، مسلمان ہو، بالغ ہو، عاقل ہو، عادل ہو، مرد ہو۔ اجتہاد کی شرط کے لازم ہونے میں علماء کا اختلاف ہے، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد حنبل کا نظریہ یہ ہے کہ قاضی کا مجتہد ہونا ضروری ہے جبکہ امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ غیر مجتہد شخص کے لیے بھی قضاء انجام دینا جائز ہے۔''

فقہ حضرت عمرؓ میں ڈاکٹر روّاس قلعہ جی قاضی کی شرائط بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''جس شخص کو منصب قضا سپرد کیا جائے اس میں حسب ذیل اوصاف کا پایا جانا ضروری ہے۔

i۔ عقل، بلوغ، حریت اور اسلام: کیونکہ جس شخص میں یہ اوصاف نہ ہوں تو وہ شہادت کا اہل نہیں ہے تو وہ قضا کا اہل کیسے ہوسکتا ہے۔

ii۔ مرد ہونا۔

iii۔ احکام شریعت کا علم۔

iv۔ تقویٰ: تقویٰ کی شرط اس لیے کہ فاسق کی گواہی مقبول نہیں ہے تو ظاہر ہے کہ اس کی قضا بدرجہ اولیٰ قبول نہیں۔ حضرت عمرؓ نے جب معاذ بن جبلؓ اور ابوعبیدہ بن الجراحؓ کو شام کا والی بنا کر بھیجا تو انہیں لکھا کہ: تم اپنے ہاں موجود نیک اور صالح لوگوں کو تلاش کر کے انہیں منصب قضاء پر مامور کردو۔

v۔ لوگوں کے پاس موجود مال ودولت سے بے نیاز ہونا اور ہر قسم کی ریاکاری اور خوشامد سے دور ہونا۔

vi۔ ذہانت وفطانت۔

vii۔ سختی بغیر درشتی کے اور نرمی بغیر کمزوری کے۔

viii۔ شخصیت کی مضبوطی۔

ix۔ مالدار اور خاندانی ہونا: حضرت عمرؓ نے اپنے بعض عمال کو لکھا کہ ایسے افراد کو قاضی مقرر کرو جو مالدار اور خاندانی ہوں، کیونکہ صاحب مال آدمی کو دوسرے کے مال کا لالچ نہیں ہوگا اور صاحب حسب شخص لوگوں کی طرف سے پہنچنے والے عواقب سے خوفزدہ نہیں ہوگا۔'' (۱۶)

شیخ انصاری کتاب القضاء و الشهادات میں قضاء کے آداب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

و یکره القضاء وقت الغضب و الجوع و العطش ، و الغم ، و الفرح ،و الوجع ،و مدافعة الاخبثین ، و النعاس ، و ان یتولّی البیع و الشراء لنفسه و ان یضیّف احد الخصمین (۱۷)

'' قاضی کے لیے غصے، بھوک، پیاس، خوشی، غم، درد اور اونگھ کی حالت میں قضاء انجام دینا مکروہ ہے اور نیز اپنے لیے خرید و فروخت کا خود انجام دینا اسی طرح فریقین میں سے کسی ایک کا مہمان بننا مکروہ ہے۔''

اسی طرح دوسرے مقام پر قاضی کے وظائف بیان کرتے ہوئے شیخ انصاری لکھتے ہیں:

اذا حضر الخصمان عند القاضی بین یدیه سوّی بینهما فی السلام علیهما ، و ردّه لو سلّما علیه ، و فی الکلام بان یبدأ احدهما بالکلام منفرداً ، و فی القیام لهما اذا قام و فی النظر الیهما بان لا یکون نظره الی احدهما اکثر ، و کذا سائر انواع الاکرام من طلاقة الوجه و طرز الکلام و المجلس (١٨)

'' جب فریقین نزاع قاضی کے سامنے حاضر ہو جائیں تو ضروری ہے کہ قاضی ان کے درمیان سلام کرنے، ان کے سلام کا جواب دینے، ان کے ساتھ بات کرنے، اور ان کے احترام کے لیے اٹھنے میں مساوات کا لحاظ کرے اور ان کی طرف نگاہ کرنے میں بھی مساوات کا لحاظ کرے کہ ایسا نہ ہو کہ ایک کی طرف زیادہ نگاہ کرے اور دوسرے کی طرف کم نگاہ کرے۔ اسی طرح ان کی طرف توجہ کرنے اور ان کے ساتھ بات کرنے اور بیٹھنے کے طرز میں بھی مساوات کا لحاظ کرے۔''

امام ماوردی اور قاضی ابو یعلی نے قاضی کے وظائف ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

(یجب علی القاضی) التسویة فی الحکم بین القوی و الضعیف ، و الشریف و المشروف ، ولا یتبع هواه فی الحکم. (١٩)

'' قاضی پر واجب ہے کہ وہ طاقتور اور کمزور کے درمیان، اسی طرح باشرف اور کم شرف کے درمیان فیصلہ کرتے وقت مساوات کا لحاظ کرے، اور فیصلے کے دوران خواہشات نفس کی پیروی نہ کرے۔''

نیز قاضی ابو یعلی بغدادی (م ۴۵۸ھ) نے اپنی کتاب **الجامع الصغیر** میں آداب قضاء کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

و یجب علیه ان یسوی بین الخصمین فی لفظه و لحظه و جلسهما منه ، و ان لا یقبل علی احدهما اکثر من اقباله علی الآخر . (٢٠)

'' قاضی کے اوپر واجب ہے کہ وہ فریقین نزاع کے درمیان بولنے میں، توجہ کرنے میں اور بیٹھنے میں مساوات کا لحاظ کرے، اور ضروری ہے کہ قاضی ان میں سے ایک کی طرف دوسرے کی نسبت زیادہ توجہ نہ کرے۔''

فقه السنّة کے مؤلف نے قاضی کے وظائف بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

و علی القاضی ان یسوّی بین الخصمین فی خمسة اشیاء: فی الدخول علیه، والجلوس بین یدیه، والاقبال علیهما، والاستماع لهما، والحکم علیهما (٢١)

''قاضی پر لازم ہے کہ وہ پانچ چیزوں میں فریقین نزاع کے مابین مساوات کا لحاظ کرے: داخل ہونے میں، ان کے سامنے بیٹھنے میں، ان کی طرف توجہ کرنے میں، ان کی باتوں کو سننے میں، ان کے درمیان فیصلہ کرنے میں۔''

فقہ حضرت عمرؓ میں آداب قضاء سے مربوط پانچ موارد ذکر کیے گئے ہیں کہ جن کا لحاظ کرنا قاضی پر لازم ہے۔ ڈاکٹر روّاس قلعہ جی لکھتے ہیں:

''بعض امور ایسے ہیں جن کا خیال رکھنا عدل وانصاف کے قیام کے لیے قاضی پر لازم ہے مثلاً: عمل میں اللہ کے لیے اخلاص، فیصلہ سنانے سے قبل معاملے کو خوب اچھی طرح سمجھنا اور اس کے تمام پہلوؤں کا پوری طرح جائزہ لینا ضروری ہے اور جب تک حق پوری کھل کے سامنے نہ آجائے قاضی کے لیے مقدمے کا فیصلہ کرنا جائز نہیں ہے، اسلامی شریعت کے مطابق فیصلہ کرنا، قاضی کے لیے اگر کوئی قضیہ حل کرنا دشوار ہوجائے تو اسے چاہیے کہ دوسروں سے مشورہ کرے، فریقین مقدمہ کے مابین مساوات: حضرت عمرؓ نے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کو لکھا کہ اپنے متوجہ ہونے میں، اپنی مجلس میں اور اپنے انصاف میں لوگوں کے مابین مساوات قائم کرو، تاکہ کسی باحیثیت شخص کو تم سے طرف داری کا لالچ نہ ہو اور کمزور تمہارے انصاف سے مایوس نہ ہو۔'' (۲۲)

یہاں تک قاضی کے وظائف اور آداب قضاء سے مربوط شیعہ، سنی فقہا اور علما کے آرا اور فتاویٰ کا ایک اجمالی خلاصہ پیش کیا گیا اب اس سلسلے میں جو روایات نقل ہوئی ہیں ان میں سے بعض منتخب روایات نقل کی جاتی ہیں تاکہ اسلامی تعلیمات میں قضاء کی اہمیت اور قاضی کی ذمہ داریاں زیادہ واضح ہوسکے۔

حضرت امّ سلمہؓ، پیغمبر اکرم ﷺ سے روایت کرتی ہیں کہ آپ نے فرمایا:

اذا ابتلی احدکم بالقضاء بین المسلمین ، فلیسوّ بینھم فی النظر و المجلس و الاشارۃ ، و لا یرفع صوتہ علی احد الخصمین اکثر من الآخر. (۲۳)

''جب تم میں سے کوئی مسلمانوں کے درمیان قضاء انجام دینا چاہے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ ان کے درمیان نگاہ کرنے، بیٹھنے اور اشارہ کرنے میں مساوات کا لحاظ کرے، اور نیز قاضی فریقین کے ساتھ بات کرنے میں اپنی آواز اونچی کرنے اور کم کرنے میں بھی مساوات کا لحاظ کرے۔''

فریقین کے مابین مساوات کا لحاظ رکھنے کے حکم سے جو بات یہاں سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ اسلامی نظام قضاء کا تقاضا یہ ہے جب تک محکمہ عدالت کے اندر قاضی کے سامنے کسی کا جرم شرعی ادلّہ اور بیّنہ کی روشنی میں ثابت نہ ہوجائے اس وقت تک کسی کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ فریقین نزاع میں سے کسی کو مجرم سمجھیں اور اس کے ساتھ نامناسب رویہ اختیار کریں۔ بلکہ ضروری ہے کہ محکمہ عدالت کے اندر قاضی بھی دونوں فریقین کے مابین مساوات کا مکمل لحاظ کرے۔

ایک دوسرے مقام پر پیغمبر اکرم ﷺ نے حضرت علیؑ سے مخاطب ہو کر فرمایا:

اذا تقاضَی الیک رجلان، فلا تقضِ للاوّل حتّی تسمعَ کلامَ الآخر . (۲۴)

''جب دو شخص اپنے نزاع کے بارے میں تم سے فیصلہ چاہیں تو اس وقت تک ان کے مابین فیصلہ صادر نہ کرنا جب تک دونوں فریقین کی بات مکمل سن نہ لو۔''

اس حدیث سے اسلام میں انصاف کا ایک بنیادی اصول فراہم ہوتا ہے کہ قاضی کسی بھی شخص کے خلاف اس کا موقف سنے بغیر فیصلہ نہیں دے سکتا۔یعنی جب مدعی اپنا دعویٰ قاضی کے سامنے پیش کرے تو قاضی کو حق حاصل نہیں ہے کہ وہ فقط مدعی کے دعویٰ کو پیش نظر رکھتے ہوئے مدعی علیہ کی بات سنے بغیر فوراً فیصلہ صادر کرے، بلکہ قاضی کی ذمہ داری ہے کہ وہ پہلے مدعی علیہ کے موقف کو بھی سن لے اور پھر مکمل تحقیق کے بعد کوئی فیصلہ صادر کرے۔ایک اور مقام پر پیغمبر اکرم ﷺ نے غصے کی حالت میں قضاء انجام دینے سے منع کرتے ہوئے فرمایا ہے:

لا یقضی القاضی بین اثنین و ھو غضبان. (۲۵)

''قاضی کو چاہیے کہ جب وہ غصے کی حالت میں ہو تو فریقین کے درمیان قضاء انجام نہ دے۔''

پیغمبر اکرم ﷺ نے قاضی کو فریقین نزاع کے مابین عدالت کے لحاظ کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا ہے:

من ابتلی بالقضاء بین المسلمین فالیعدل بینھم فی لحظه و اشارته و مجلسه و مقعده. (۲۶)

''جو شخص مسلمانوں کے درمیان قضاء کا عہدہ دار ہونا چاہتا ہے اس کو چاہیے کہ ان کے درمیان اشارہ کرنے اور بیٹھنے میں عدالت کا لحاظ کرے۔''

حضرت عمرؓ نے جناب ابوموسیٰ اشعری کو قضاء کے بارے میں جو خط لکھا ہے اس میں کہتے ہیں:

آسِ بین الناس فی وجھک و عدلک و مجلسک حتی لا یطمع شریف فی حیفک و لا ییأس ضعیف من عدلک. (۲۷)

''لوگوں کے درمیان اپنی توجہ میں اور اپنے عدل میں اور بیٹھنے میں مساوات کا لحاظ کرو تاکہ بڑے لوگ تمہاری ناانصافی سے امید نہ لگا بیٹھیں اور کمزور افراد تمہارے انصاف سے مایوس نہ ہو جائیں۔''

یہ خصوصیات صرف اسلامی نظام قضاء کو حاصل ہے کہ اس میں قاضی کو بظاہر غیر اہم دکھائی دینے والی ان باریک باریک باتوں کی بھی رعایت کا حکم دیا گیا ہے تاکہ وہ ہر لحاظ سے غیر جانبدار رہے اور عدالت کے اندر فریقین مقدمہ کو یہ احساس نہ ہو جائے کہ قاضی کا قلبی میلان کسی ایک فریق کی طرف ہے۔

اسلامی نظام قضاء کے اصولوں کے تحت ہر شخص چاہے وہ حاکم ہو یا محکوم، امیر ہو یا غریب، بادشاہ ہو یا فقیر سب قانون کی نظر میں برابر ہیں۔کسی کو کسی پر کوئی برتری حاصل نہیں ہے۔ان تعلیمات کی واضح اور عملی مثالیں بھی تاریخ اسلام میں کثرت سے ملتی

ہیں۔ جیسا کہ جب حضرت رسول اکرم ﷺ کے زمانے میں عرب کے ایک بااثر قبیلہ بنی مخزومیہ کی ایک عورت چوری کے جرم میں پکڑی گئی، اور جب اس کا جرم شرعی طریقے سے ثابت ہوا تو رسول اکرم ﷺ نے اس کی اشرافیت کی پرواہ کیے بغیر اس پر حد جاری کر دی اور جب بعض لوگوں نے اس عورت کے خاندان اور اس کی اشرافیت کی بنا پر اس پر سے حد ساقط کرنے کی سفارش کی، تو آپ ﷺ نے ان کے جواب میں فرمایا:

> ''تم میں سے پہلی قوموں کو اسی چیز نے تباہ کیا کہ ان کا حال یہ ہو گیا تھا کہ اگر ان میں کوئی معزز آدمی چوری کرتا تو اس کو چھوڑ دیتے اور اگر کوئی معمولی آدمی چوری کرتا تو اس پر حد جاری کرتے۔ خدا کی قسم میں ایسا نہیں کروں گا۔ میں تو اگر فاطمہ بنت محمد بھی چوری کرتی تو اس کا ہاتھ بھی کاٹ دیتا۔'' (۲۸)

نتیجہ بحث

قضاء ایک نہایت اہم ذمہ داری ہے کیونکہ اس کا تعلق لوگوں کے جان، مال، عزت و آبرو اور ان کے حقوق سے ہے لہٰذا اس اہم ذمہ داری کو صرف وہی لوگ ہی انجام دے سکتے ہیں کہ جن میں عادلانہ فیصلہ کرنے کے حوالے سے شریعت کی بیان کردہ مطلوبہ شرائط پائی جاتی ہوں۔ اور ان کے اوپر فرض ہے کہ وہ لوگوں کے مابین اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق فیصلے کریں اور خلاف حق فیصلے کرنے سے پرہیز کریں، اور مکمل مساوات کا لحاظ کریں۔ نیز کسی جانبداری کے بغیر، انصاف کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے لوگوں کے مابین فیصلے کریں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ تمام اسلامی ممالک اپنے اپنے ملک میں لوگوں کے مابین پیش آنے والے تنازعات اور اختلافات کے حل کے لیے صرف انہی لوگوں کو قضاء کی اہم ذمہ داری سونپیں جن کے اندر دین مبین اسلام کی بیان کردہ تمام مطلوبہ شرائط پائی جاتی ہوں ورنہ نااہل قاضیوں (ججوں) سے انصاف کی توقع ہرگز نہیں رکھی جا سکتی۔

حوالہ جات:

۱۔ رشید رضا، سید محمد، تفسیر المنار، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۹۹ء، ۱۴۲۰ھ، طبع اوّل، جلد خامس، ص ۱۳۹۔ ۱۴۰

۲۔ مودودی، مولانا ابوالاعلیٰ، تفہیم القرآن، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، ۲۰۰۲ء، ۱۴۲۴ھ، چاپ ۳۴، جلد اوّل، ص ۴۷۵، ۴۷۶

۳۔ ناصری، شیخ علی اکبر، حقوق اسلامی، شرکت سہامی طبع کتاب، تہران، ۱۳۸۴ھ، ۱۳۴۳ھ ش، چاپ اوّل، ص ۱۲۰

۴۔ کلینی، محمد بن یعقوب، فروع کافی، دار التعارف للمطبوعات، بیروت، ۱۹۹۳ء، ۱۴۱۳ھ، جلد ۵، ص ۴۴۶/ العاملی، شیخ حر، وسائل الشیعہ، موسسہ آل البیت لاحیاء التراث، قم، ۱۴۱۴ھ، جلد ۲۷، ص ۳۴

۵۔ متقی الهندی، کنز العمال، طبع خامس، مؤسسہ الرسالہ۔ بیروت، ۱۹۸۵ء، ۱۴۰۵ھ، جلد ثالث، صفحہ ۹۲/ وکیع، محمد بن خلف بن حیان، اخبار القضاۃ، مراجعہ: سعید محمد اللحّام، عالم الکتب، بیروت، ۲۰۰۱ء، ۱۴۲۲ھ، طبع اول، ص ۳۴/ ترمذی، ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ، السنن الترمذی، دار الفکر، بیروت، ۱۹۹۴ء، ۱۴۱۴ھ، جلد ۳، ص ۶۳/ السید سابق، فقہ السنّۃ، المکتبۃ العصریۃ، بیروت، ۲۰۰۴ء، ۱۴۲۵ھ، جلد ۳، ص ۲۲۵/ البیہقی، امام ابوبکر احمد بن الحسین بن علی، السنن الکبریٰ، دار الفکر، بیروت، جلد ۱۵، ص ۳۴/ البیہقی، امام ابوبکر احمد بن الحسین بن علی، السنن الصغیر، تحقیق: عبدالسلام عبدالشافی، احمد قبانی، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۹۲ء، ۱۴۱۲ھ، جلد ۲، طبع اوّل، ص ۴۶۶

۶۔ وکیع، محمد بن خلف بن حیان، اخبار القضاۃ، ص ۳۵/ البیہقی، امام ابوبکر احمد بن الحسین بن علی، السنن الکبریٰ، دار الفکر، بیروت، جلد ۱۵، ص ۳۴

۷۔ابن ابی الحدید، شرح نہج البلاغہ،طبع ثانی،داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۹۶۷ء، ۱۳۸۷ھ،جلد ۱۷،ص: ۶۵

۸۔متقی الھندی، کنز العمال،جلد ۶،ص ۹۴/ العاملی،شیخ حر، وسائل الشیعہ،جلد ۲۷،ص ۲۱۴

۹۔السید سابق، فقہ السنّۃ،جلد ۳،ص ۲۲۵

۱۰۔کلینی ،محمد بن یعقوب، فروع کافی ،جلد ۵،ص ۴۴۶/ العاملی،شیخ حر،وسائل الشیعہ ،جلد ۲۷،ص ۲۲/ شیخ مفید، المقنعۃ ،ص ۷۲۱اور درج ذیل کتب میں بھی یہ حدیث پیغمبر اکرم ﷺ سے مروی ہے لیکن ان میں قاضیوں کی تین قسمیں بیان کی گئی ہیں:

ابن ماجہ قزوینی ،ابوعبداللہ محمد بن یزید،سُنن ابی ماجہ،ص ۲۴۹،بیت الافکار الدولیۃ للنشر و التوزیع،ریاض/ ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ، سُنن الترمذی ،جلد ۳،ص ۶۱/ وکیع ،محمد بن خلف بن حیان،اخبار القضاۃ ،ص ۲۴/ البیہقی ،ابوبکر احمد بن الحسین بن علی، السنن الصغیر ،جلد ۲،ص ۴۷۵/متقی الھندی، کنز العمال ،جلد ۶،ص ۹۱/ السید سابق، فقہ السنّۃ ،جلد ۳،ص ۲۲۷/ شاہ ولی اللہ،حجۃ اللہ البالغہ ،ترجمہ: مولانا عبدالحق حقانی، محمد سعید اینڈ سنز قرآن محل، کراچی،ص ۶۳۰

۱۱۔ نہج البلاغہ،مکتوب ۴۷

۱۲۔رسولی محلاتی ،سید ہاشم،غرر الحکم و درالکلم درآمدی،طبع رابع ،دفتر نشر فرہنگ اسلامی،تہران، ۱۳۸۰ش،جلد ۲،ص ۳۱۹

۱۳۔شیخ مفید،المقنعۃ،مؤسسۃ النشر الاسلامی،قم، ۱۴۱۷ھ،طبع اول،ص ۷۲۱

۱۴۔ابن رشد قرطبی ،القاضی ابوالولید محمد بن احمد بن محمد بن احمد،بدایۃ المجتھد و نھایۃ المقتصد ،دار ابن حزم، بیروت، ۲۰۰۳ء، ۱۴۲۴ھ،طبع اول، جلد ۲، ص ۸۲۴

۱۵۔الانصاری، محمد اولی بن منذر،ارشاد المسترشد فی تھذیب مذاھب ائمۃ الھدیٰ فی الفقہ و ادلّتہ ،مکتبۃ العبیکان ،ریاض، ۱۹۹۸ء، ۱۴۱۹ھ، طبع اول، جلد ۳،ص ۳۱۶

۱۶۔قلعہ جی، ڈاکٹر محمد روّاس ،فقہ حضرت عمرؓ، ترجمہ: ساجد الرحمٰن صدیقی، چاپ سوم ،ادارہ معارف اسلامی منصورہ، لاہور، ۲۰۰۲ء، ص ۶۸۸۔۶۸۹

۱۷۔انصاری، شیخ مرتضی، القضا و الشھادات،مؤتمر المنوی للشیخ الانصاری، ۱۴۱۵ھ، طبع اول، ص ۸۴

۱۸۔انصاری، شیخ مرتضی ،ایضاً،ص ۱۱۱۔۱۱۲

۱۹۔الماوردی، امام ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب البصری البغدادی،الاحکام السلطانیۃ والولایات الدینیۃ،تحقیق: سمیر مصطفیٰ رباب، المکتبۃ العصریۃ، بیروت، ۲۰۰۳ء، ۱۴۲۴ھ،ص: ۸۸/ قاضی ابویعلی،محمد بن الحسین بن خلف بن احمد بن الفراء البغدادی، الاحکام السلطانیۃ ،دار الفکر، بیروت، ۲۰۰۰ء، ۱۴۲۰ھ،ص: ۷۷

۲۰۔قاضی ابویعلی،محمد بن الحسین بن خلف بن احمد بن الفرّاء البغدادی، الجامع الصغیر فی الفقہ علی مذھب الامام احمد بن محمد بن حنبل ، تحقیق و تعلیق: الدکتور ناصر بن سعود بن عبداللہ السلامہ،دار اطلس للنشر والتوزیع ،ریاض، ۲۰۰۰ء، ۱۴۲۱ھ طبع اول،ص ۳۶۳

۲۱۔السید سابق، فقہ السنّۃ ،جلد ثالث،ص ۲۲۹/ رازی، امام محمد فخر الدین، تفسیر الفخر الرازی(التفسیر الکبیر و مفاتیح الغیب)،تقدیم: شیخ خلیل محی الدین، دار الفکر، بیروت، ۲۰۰۲ء، ۱۴۲۳ھ، جلد خامس،ص ۱۴۷

۲۲۔قلعہ جی، ڈاکٹر محمد روّاس ،فقہ حضرت عمرؓ،ص ۶۸۹۔۶۹۰

۲۳۔وکیع ،محمد بن خلف بن حیان، اخبار القضاۃ ،ص ۳۳/ البیہقی ،امام ابوبکر احمد بن الحسین بن علی،السنن الصغیر،جلد ۲،ص ۴۷۳

۲۴۔الترمذی، ابوعیسی محمد بن عیسی بن سورہ،سنن الترمذی ،جلد ثالث،ص ۶۳/ وکیع ،محمد بن خلف بن حیان،اخبار القضاۃ ،ص ۶۳/ الماوردی، الاحکام السلطانیۃ و الولایات الدینیۃ ،ص ۸۳/ قاضی ابویعلی، الاحکام السلطانیۃ ،ص ۷۲/ البیہقی ،امام ابوبکر احمد بن الحسین بن علی، السنن الصغیر،جلد ۲، ص ۴۷۲/ البیہقی ،امام ابوبکر احمد بن الحسین بن علی،السنن الکبری ،جلد ۱۵،ص ۳۰/متقی الہندی، علاء الدین علی بن حسام الدین ، کنز العمال ،جلد ۶،

ص۱۰۰/ ابن الدھان، الشیخ ابوشجاع محمد بن علی بن شعیب، تقویم النظر فی مسائل خلافیة ذائعة و نُبذ مذھبیة نافعه، تحقیق: ایمن نصر الدین الازھری، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۲۰۰۱ء، ۱۴۲۱ھ، طبع اول، جلد۲، ص۳۸۴ / السید سابق، فقہ السنّة، جلد۳، ص۲۲۴/ شیخ صدوق، محمد بن علی، من لا یحضرہ الفقیہ، دارالاضواء، بیروت، ۱۹۹۲ء، طبع ثانی، ۱۴۱۳ھ، جلد۳، ص۱۴/ حر عاملی، و سائل الشیعة، جلد۲۷، ص۲۱۶/ نوری الطبرسی، میرزا حسین، مستدرک الوسائل و مستنبط المسائل، مؤسسہ آل البیت لاحیاء التراث، بیروت، ۱۹۸۸ء، ۱۴۰۹ھ، طبع ثانی، ص۳۵۱/ ری شہری، محمدی، میزان الحکمة، مکتب الاعلام الاسلامی، قم، ۱۴۰۴ھ، ۱۳۶۳ش، طبع اول، جلد۸، ص۱۹۶

۲۵۔ ابن ماجہ قزوینی، ابوعبداللہ محمد بن یزید، سنن ابن ماجه، ص۲۴۹/ ترمذی، ابوعیسی محمد بن عیسی بن سورہ، جلد۳، ص۶۵ / البخاری، امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، تحقیق: ابوصہیب الکرمی، بیت الافکار الدولیه للنشر و التوزیع، ریاض، ۱۹۹۸ء، ۱۴۱۹ھ، ص۱۳۶۵/ مسلم، ابوالحسین مسلم بن الحجاج القشیری، صحیح مسلم، دارالفکر، بیروت، ۲۰۰۰ء، ۱۴۲۱ھ، طبع اول، ص۸۶۵/ النسائی، امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب، سنن النسائی، المکتبة العصریہ، بیروت، ۲۰۰۶ء، ۱۴۲۶ھ، طبع اول، ص۸۳۸۔۸۴۲/ وکیع، محمد بن خلف بن حیان، اخبار القضاة، ۱۲۹۶ھ، ص۶۰/ البیہقی، امام ابوبکر احمد بن الحسین بن علی، السنن الکبری، جلد۱۵، ص۲۷/ البیہقی، امام ابوبکر احمد بن الحسین بن علی، السنن الصغیر، جلد۲، ص۴۶۹/ ابن ابی الحدید، شرح نهج البلاغة، تحقیق: محمد ابوالفضل ابراہیم، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۹۶۷ء، ۱۳۸۷ھ، طبع ثانی، جلد۱۷، ص۶۱/ متقی الہندی، علاء الدین علی بن حسام الدین، کنز العمال، جلد۶، ص۱۰۱/ السید سابق، فقه السنّة، جلد۳، ص۲۲۸/ یسری، السید محمد، جامع الفقه، جلد۷، ص۱۳۸/ شیخ صدوق، محمد بن علی، من لا یحضر ہ الفقیہ، جلد۳، ص۶/ حر عاملی، و سائل الشیعہ، جلد۲۷، ص۳۴۔۲۱۳

۲۶۔ ابن ابی الحدید معتزلی، شرح نهج البلاغه، جلد۱۷، ص۶۱/ متقی الہندی، علاء الدین علی بن حسام الدین، کنز العمال، جلد۶، ص۱۰۲/ حر عاملی، و سائل الشیعہ، جلد۲۷، ص۲۱۴

۲۷۔ وکیع، محمد بن خلف بن حیان، اخبار القضاة، ص۵۴/ الماوردی، ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب البصری، الاحکام السلطانية و الولايات الدينية، ص۱۱۷/ یُسری، السید محمد، جامع الفقه، دارالوفاء للطباعة والنشر والتوزیع، ۲۰۰۰ء، ۱۴۲۱ھ، طبع اول، جلد۷، ص۱۱۹/ السید سابق، فقه السنّة، جلد۳، ص۲۳۰

۲۸۔ الجزیری، شیخ عبدالرحمٰن، الفقه علی المذاهب الاربعة، تقدیم و تعلیق: شیخ ابراہیم محمد رمضان، شرکة دارالأرقم بن ابی الأرقم، بیروت ص۵۔۶/ اصلاحی، امین احسن، تدبر قرآن، جلد۲، ص۴۰۷